سوموار 06 دسمبر 2021ء | یکم جمادی الاول 1443 ہجری قمری | 06 فتح 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:289

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

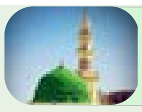

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ جو ہماری مسجد میں اس نیت سے داخل ہو گا کہ بھلائی کی بات سیکھے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہو گا۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 3 صفحہ 322 مسند ابی ھریرۃ، حدیث 8587 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

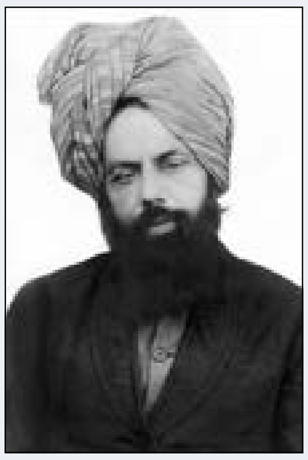

ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیّت بہ اخلاص ہو۔محض للہ اسے کیا جاوے۔نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔

۔۔۔۔غرضکہ جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہئے جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے۔اور جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پاگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 119 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے۔ اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہوسکتا ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ نماز کو اپنی زبان ہی میں پڑھو۔ نہیں میرا یہ مطلب ہے کہ مسنون اَدعیہ اور اَذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دعا ہی کا نام ہے۔ اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اور تمام کام تمہارے اس کی مرضی کے موافق ہوں۔ اپنی بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔‘‘

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 146 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

نماز میں نور اور لذت پانے کا طریق

آپ فرماتے ہیں:

’’نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تا کہ اوّلاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انقطاع کلّی کی حالت میں انسان ایک نُور اور ایک لذّت کا وارث ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 11 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

ارشادِ باری تعالیٰ

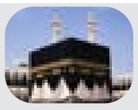

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

(الجن: 19)

ترجمہ: اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد میں آنے والوں کے لئے جنت میں مہمان نوازی کے سامان تیار ہو رہے ہیں۔ روزانہ پانچ مرتبہ یہ مہمان نوازی کے سامان تیار ہو رہے ہیں۔ اور پھر جو چالیس، پچاس، ساٹھ سال زندہ رہتا ہے یا اس سے بھی زیادہ لمبی عمر زندہ رہتا ہے اور نمازیں ادا کرتا ہے تو اُس مہمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کس قدر سامان تیار کئے ہوں گے، یہ تو ایک انسان کے تصور سے بھی باہر ہے۔ دنیا میں ہمارا کوئی پیارا مہمان آئے تو ہم مہمان کے آنے کا پتہ چلتے ہی انتظامات شروع کر دیتے ہیں اور اس مہمان سے جتنا جتنا پیار اور تعلق ہو اُس کے مطابق اپنی مہمان نوازی کی انتہا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے پاس تو وسائل بھی محدود ہوتے ہیں لیکن خدا جس کے وسائل کی بھی کوئی حد نہیں، جس کی رحمت کی بھی کوئی حد نہیں، جس کی مہمان نوازی کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ کس طرح اپنے عابد بندے کے لئے مہمان نوازی کے سامان کرتا ہو گا۔ یہ چیز انسانی سوچ سے بھی بالا ہے۔ پس ہمیں ایسی مہمان نوازی کے مواقع تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مجھے امید ہے کہ یہاں رہنے والا ہر احمدی اس مسجد کا انشاء اللہ اس سوچ کے ساتھ حق ادا کرنے والا ہو گا کہ حق کی یہ ادائیگی جہاں اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلق کو مضبوط کرنے والی اور اُس کا پیارا بنانے والی ہو وہاں اپنوں اور غیروں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلانے والی ہو۔ گویا ایک مومن اگلے جہان کی جنت کے لئے اور اُس کی مہمان نوازی کے حصول کے لئے اس دنیا کو بھی جنت بنانے کی کوشش کرتا ہے یا کر رہا ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا، اس کے لئے ظاہری شکر گزاری بھی ہونی چاہئے۔ یہ ظاہری شکر گزاری اُس حسین معاشرے کے قیام کے لئے بھی ایک کوشش ہے جو اس دنیا کو بھی جنت نظیر بنانے والا ہو۔

(خطبہ جمعہ 30 ستمبر 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- دعوت فکر (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

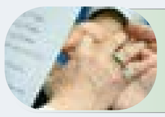

دربارِ خلافت

اصحاب احمد کے قابل تقلید نمونے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ واقعات اُن خاندانوں کے لئے بھی اہم ہیں جن کے یہ بزرگ تھے اور قابلِ تقلید نمونہ ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ہر آنے والے احمدی کے ایمان میں ترقی اور استقامت کا نمونہ ہیں۔ اس لئے نو مبائعین بھی خاص طور پر اس کا مطالبہ کرتے ہیں اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا اس ذریعہ سے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا بھی پتہ چلتا ہے جو ہمارے ایمان کو جِلا بخشتا ہے۔

پہلی روایت حضرت نظام الدین صاحبؓ کی ہے۔ یہ پہلے بھی ایک دفعہ اَور رنگ میں بیان ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث اپنے آپ کو متقی اور ہر ایک حرام اور جھوٹ سے پرہیز کرنے والا خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ مارچ کا مہینہ تھا۔ غالباً 1902ء کا ذکر ہے۔ ہم چند اہلحدیث جہلم سے لاہور بدیں غرض روانہ ہوئے کہ چل کر انجمن حمایت اسلام لاہور کا جلسہ دیکھیں جو سال کے سال ہوا کرتا تھا۔ ہم لاہور پہنچ کر جلسہ گاہ جا رہے تھے کہ پنڈال کے باہر دیوار کے ساتھ ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ ایک ہاتھ میں قرآنِ مجید تھا، دوسرے ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے اشتہارات بانٹ رہے تھے اور منہ سے یہ کہتے جاتے تھے کہ مرزا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کوڑھی ہو گیا ہے اس لئے کہ نبیوں کی ہتک کرتا تھا اور خود کو عیسیٰ کہتا تھا۔ اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی قسم اُٹھا کر یہی الفاظ مذکورہ بالا دہراتا جاتا تھا۔ کہتے ہیں ہم یہ سن کر حیران ہو گئے اور اپنے دل میں کبھی وہم بھی نہ گزرا تھا کہ کوئی شخص اس قدر بھی جرأت کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے اور قرآنِ مجید اُٹھا کر جھوٹ بولتا ہے۔ کہتے ہیں ہم تین آدمی تھے۔ مَیں نے اس سے اشتہار لے لیا اور پڑھنے لگا۔ اس پر بھی یہی مضمون تھا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مرزا کوڑھی ہو گیا، نبیوں کی ہتک کرتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ چلو قادیان چلیں۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدھے راستے پر لانا تھا، بیعت کا موقع دینا تھا، تو یہ مولوی کا اعلان ہی تھا جو ان کے لئے قادیان جانے کا ذریعہ بن گیا) تاکہ مرزا صاحب کا حال آنکھوں سے دیکھ کر اپنے شہر کے مرزائیوں کو کہیں گے جو ہر روز ہمارے ساتھ گفتگو کرتے رہتے ہیں اور جو اعتراض ہمارے علماء کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے چودھویں صدی کے علماء جھوٹ بولتے ہیں۔ (یعنی احمدی یہ کہتے ہیں۔) ہمارا بیان تو چشمدید ہو گا اور پھر ہم اس طرح احمدیوں کو خوب جھوٹا کریں گے۔ (کہتے ہیں) میرے ساتھیوں نے پہلے تو انکار کیا مگر میرے زور دینے پر پھر راضی ہو گئے۔ ہم تینوں لاہور سے سوار ہوئے۔ بٹالہ گئے اور وہاں سے عصر اور شام کے درمیان قادیان پہنچ گئے۔ مہمان خانہ میں گئے، مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا تو مَیں نے کسی سے پوچھا کہ مرزا صاحب جہاں نماز پڑھتے ہیں وہ جگہ ہمیں بتاؤ کہ ہم اُن کے پاس کھڑے ہو کر اُن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک شخص شاید وہی تھا جس سے ہم نے پوچھا تھا میرے ساتھ ہو لیا اور وہ جگہ بتائی جہاں حضور کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چونکہ وقت قریب ہی تھا مَیں وہیں بیٹھ گیا جہاں حضور نے میرے ساتھ داہنے ہاتھ آ کر کھڑا ہونا تھا، باقی دونوں دوست میرے داہنے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ یہ مسجد حضور کے گھر کے ساتھ ہی تھی جس کو اب مسجد مبارک کہتے ہیں۔ یہ اُس وقت اتنی چھوٹی ہوتی تھی کہ بمشکل اس میں چھ یا سات صفیں لمبائی میں کھڑی ہو سکتی تھیں (یعنی چھ سات صفیں بنتی تھیں) اور ایک صف میں قریباً چھ آدمی سے زیادہ نہیں کھڑے ہو سکتے تھے، یعنی پینتیس چالیس آدمی کی جگہ تھی۔ کہتے ہیں چند منٹ کے بعد مغرب کی اذان ہوئی اور پھر چند منٹ بعد حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ ہمارے قریب ہی دروازہ تھا اس میں سے حضور نکل کر میرے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آگے کھڑے ہو گئے۔ مؤذن نے تکبیر شروع کر دی۔ تکبیر کے ختم ہونے تک مَیں نے حضور کے پاؤں سے لے کر سر تک سب اعضاء کو دیکھا۔ حتی کہ سر مبارک کے بالوں اور ریش مبارک کے بالوں پر جب میری نگاہ پڑی تو میرے دل کی کیفیت اور ہو گئی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ الٰہی! اس شکل اور صورت کا انسان میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ بال کیا تھے؟ جیسے سونے کی تاریں تھیں اور آنکھیں خوابیدہ، گویا ایک مکمل حیا کا نمونہ پیش کر رہی تھیں۔ ہاتھ اور پیروں کی خوبصورتی علیحدہ دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسی عالم میں محو تھا کہ الٰہی یہ وہی انسان ہے جس کو ہمارے مولوی جھوٹا اور نبیوں کی ہتک کرنے والا بتاتے ہیں۔ میں اسی خیال میں غرق تھا کہ امام نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور نماز شروع ہو گئی۔ گو مَیں نماز میں تھا مگر جب تک سلام پھِرا مَیں اس حیرانی میں رہا کہ الٰہی! وہ ہمارا مولوی جس کی داڑھی بڑھی ہوئی اور شرعی طور پر لبیں تراشی ہوئیں، قرآنِ مجید کو ہاتھ میں لئے ہوئے قسمیں کھا رہا ہے اور سخت توہین آمیز الفاظ میں حضور کا نام لے لے کر کہہ رہا ہے کہ مرزا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کوڑھی ہو گیا۔ اسی خیال نے میرے دل پر شبہ اور شکوک کا ایک اور دریا پیدا کر دیا۔ کبھی تو دل کہتا کہ قرآن اٹھا کر اور خدا کی قسم کھا کر بیان کرنے والا کبھی جھوٹ کہہ سکتا ہے؟ (یعنی ایسا تصور ہی نہیں تھا کہ اُن کے مولوی کیا کچھ کہہ سکتے ہیں۔) شاید یہ شخص جو نماز میں کھڑا ہے مرزا نہ ہو کوئی اَور ہو۔ نئے آدمیوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا جاتا ہو۔ اور پھر جس وقت حضور کی صاف اور سادہ نورانی شکل سامنے آئی تو دل کہتا کہ کہیں وہ قسم اُٹھانے والا دشمنی کی وجہ سے جھوٹ نہ بول رہا ہو کہ لوگ سن کر قادیان کی طرف نہ جائیں۔ خیر نماز ہو گئی۔ حضور شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔ اول تو آواز دی کہ مفتی صاحب ہیں تو آگے آ جاویں۔ جب مفتی صاحب آگے آئے تو پھر حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں؟ میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولوی نور الدین صاحب سب سے آخری صف میں سے اُٹھ کر تشریف لائے۔ حضور نے باتیں شروع کر دیں جو طاعون

بقیہ صفحہ 12 پر

دعوتِ فکر

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے؟
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟

کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 139 مطبوعہ 1880ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03؍ دسمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

☆... حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا جسے حضور ﷺ نے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا تھا

☆... آپؓ کی کنیت ابو بکر اور لقب عتیق اور صدیق تھے۔ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573 عیسوی میں ہوئی

☆... آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تیم بن مرۃ سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور کنیت ابو قحافہ تھی

☆... حضرت ابو بکرؓ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں مرۃ پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے

☆... حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے تعلقات میں حضرت ابو بکرؓ نمبر ایک پر تھے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 03؍ دسمبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر شروع ہو گا۔ آپؓ کا نام جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا جسے حضور ﷺ نے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو بکر اور لقب عتیق اور صدیق تھے۔ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573 عیسوی میں ہوئی۔ آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تیم بن مرۃ سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر تھا اور کنیت ام الخیر تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں مرۃ پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے والدین آپؓ کی وفات کے بعد تک زندہ رہے اور انہوں نے اپنے بیٹے یعنی حضرت ابو بکرؓ کا ورثہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد پہلے آپؓ کی والدہ کی وفات ہوئی اور پھر آپؓ کے والد نے 14 ہجری میں 97 برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپؓ کے والد نے فتح مکّہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا تھا جبکہ والدہ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کی تعداد محض اڑتیس تھی اور ابھی دارِ ارقم میں چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے تب حضرت ابو بکرؓ، حضور ﷺ کو درخواست کر کے مسجدِ حرام میں لے گئے اور وہاں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی چنانچہ وہاں موجود لوگ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح مارا پیٹا۔ حضرت ابو بکرؓ کو پیروں تلے اتنا روندا گیا کہ آپؓ کی موت میں کوئی شک باقی نہ رہا۔ جب آپؓ کو کچھ ہوش آئی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کیا۔ پھر اپنی والدہ کو امِّ جمیل جو حضرت عمر بن خطاب کی بہن تھیں ان کے پاس بھجوایا، امِّ جمیل حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں اور آپؓ کی والدہ کے سامنے حضور ﷺ کے متعلق بات کرنے سے گھبرائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یقین دہانی کرائی کہ ان کی والدہ اس راز کو ظاہر نہیں کریں گی۔ اس پر امِّ جمیل نے بتایا کہ حضور ﷺ دارِ ارقم میں خیریت سے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مَیں نہ کھانا چکھوں گا اور نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ اسی حالت میں سہارا لے کر لڑکھڑاتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؓ پر شدید رقت طاری تھی۔ حضور ﷺ نے آپؓ کی حالت دیکھی تو بوسہ دینے کے لیے حضرت ابو بکرؓ پر جھکے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی والدہ کے حسنِ سلوک کا ذکر کیا اور عرض کی کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل انہیں آگ سے بچالے۔ حضور ﷺ نے دعا کی اور حضرت ابو بکرؓ کی والدہ کو قبولِ اسلام کی دعوت دی چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے لقب ’عتیق‘ کے متعلق حضرت عائشہؓ کا یہ قول ملتا ہے کہ ایک موقعے پر حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ یعنی تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ عتیق آپؓ کا نام تھا تاہم یہ درست نہیں۔ آپؓ کے دوسرے لقب ’صدیق‘ کی نسبت یہ ذکر ملتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ لقب آپؓ کو دیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی خبروں کی فی الفور تصدیق کی وجہ سے آپؓ کا نام صدیق پڑ گیا تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رات کے وقت حضور ﷺ کو بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا تو صبح لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس بات کا علم ہوا کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو آپؓ نے کہا کہ یقیناً یہی سچ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی تو لوگوں نے کہا کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مَیں تو اس کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

عتیق اور صدیق کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دوسرے القابات میں ’خلیفۃ الرسول اللہ‘، ’اَوَّاہٌ‘ یعنی بہت بُردبار اور نرم دل، ’امیر الشاکرین‘ یعنی شکر کرنے والوں کا سردار، ’ثانی اثنین‘ یہ وہ خطاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو پکارا جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے تناظر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالت میں اپنے نبی ﷺ کی آپ (حضرت ابو بکرؓ) کے ذریعے تسلی فرمائی اور الصدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین کی خلعتِ فاخرہ سے فیض یاب فرمایا... کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی قرآن میں اس تعریف جیسی تعریف کی گئی ہو اور جس کے مخفی حالات سے شبہات کے ہجوم کو دُور کر دیا گیا ہو۔

آپؓ کا ایک لقب ’صاحب الرسول‘ بھی ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے ارشاد پر سورۃ توبہ پڑھی گئی جب یہ آیت اذ یقول لصاحبہ آئی تو آپؓ رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! مَیں ہی آپؐ کا ساتھی تھا۔

آپؓ کا ایک لقب ’آدمِ ثانی‘ ہے۔ یہ لقب آپؓ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے عطا فرمایا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں آپؑ فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ اسلام کے آدمِ ثانی ہیں۔ ’سِرّ الخلافہ‘ میں فرمایا: بخدا! آپؓ اسلام کے لیے آدمِ ثانی اور خیر الانام محمد ﷺ کے انوار کے مظہر اوّل تھے۔

آپؓ کا ایک لقب ’خلیل الرسول‘ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر مَیں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ خلت اور دوستی تو وہ ہوتی ہے جو رگ و ریشے میں دھنس جائے اور وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ اور اس کے لیے مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اس پاک فقرے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تو کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں اگر کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکر کو رکھتا۔

آپؓ کی کنیت ابو بکر کے متعلق مختلف وجوہات بیان کی جاتی ہیں مثلاً ’بکر‘ جوان اونٹ کو کہتے ہیں چونکہ آپؓ اونٹوں کی پرورش اور غور و پرداخت میں دلچسپی لیتے تھے لہٰذا آپؓ کی یہ کنیت ہوئی۔ بعض کے خیال میں آپؓ نے اسلام قبول کرنے میں دوسروں سے پیش قدمی کی اس لیے یا بعض کے نزدیک ان کی پاکیزہ خصلتوں میں ’اِبْتِکَار‘ یعنی پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابو بکر کہا گیا۔

حضرت عائشہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حلیہ بیان فرماتی ہیں کہ آپؓ گورے رنگ، دبلے پتلے جسم، خمیدہ کمر، بلند پیشانی والے تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا اور آنکھیں اندر کی طرف تھیں۔ آپؓ مہندی اور کتم سے خضاب لگایا کرتے، آپؓ نرم مزاج اور قوم میں مقبول و محبوب تھے۔ آپؓ تجارت پیشہ تھے اور کامیاب تجارت میں آپؓ کی جاذب نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کا بڑا دخل تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا راس المال چالیس ہزار درہم تھا۔

اسلام سے قبل بھی آپؓ اپنے عمدہ اخلاق اور مالی وسعت کی وجہ سے قریش میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ تعبیر الرؤیا کا بڑا گہرا علم آپؓ کو عطا کیا گیا تھا۔ اسی طرح فنِ علم الانساب میں بھی کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ اسلام سے قبل خون بہا اور دیتیں اکٹھی کرنا قبیلہ بنو تیم بن مرۃ کے ذمے تھا چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت آپؓ کے سپرد ہوئی۔ غریبوں اور مظلوموں کی مدد کے معاہدے حلف الفضول میں بھی آپؓ شامل تھے۔ بعثت سے قبل ہی آپؓ کو رسول کریم ﷺ سے خاص انس اور خلوص کا تعلق تھا۔ اکثر تجارتی سفروں میں بھی ہم راہی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے تعلقات میں حضرت ابو بکرؓ نمبر ایک پر تھے۔ زمانۂ جاہلیت سے ہی آپؓ کو شرک سے نفرت تھی۔ کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا تھا۔ اسی طرح زمانۂ جاہلیت سے ہی آپؓ کو شراب سے بھی نفرت تھی۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق کے قبولِ اسلام کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ حضرت حکیم بن حزام کے گھر پر تھے کہ حکیم کی لونڈی نے کہا کہ تیری پھوپھی خدیجہ بیان کرتی ہے کہ اس کا خاوند موسیٰ کی مانند نبی بھیجا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ خاموشی سے اٹھے، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کرلیا۔

سیرت ابن ہشام کی شرح ’الروض الانف‘ میں ذکر ہے کہ آپؓ نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تمام جگہوں اور گھروں میں پھیل گیا ہے۔ پھر گویا وہ چاند آپؓ کی گود میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ ’سبل الھدیٰ‘ میں مذکور ہے کہ آپؓ شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے جب آپؓ نے رؤیا دیکھی۔ بحیرہ راہب نے اس کی تعبیر یہ بیان کی تھی کہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔ تم اس کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے فرمایا کہ اس بارے میں مزید روایتیں بھی ہیں جو ان شاءاللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12؍ نومبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ جن و انس کے شیطان عمرؓ سے بھاگتے ہیں

سکینت حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری ہوتی ہے۔ (حضرت علیؓ)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

پانچ مرحومین مکرم کامران احمد صاحب شہید آف پشاور، ڈاکٹر مرزا نبیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ عائشہ عنبر سیّد صاحبہ آف امریکہ، مکرم چودھری نصیر احمد صاحب آف کراچی اور مکرمہ سرداراں بی بی صاحبہ آف دارالرحمت غربی ربوہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج بھی وہی ہے۔

حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ

حضرت عمرؓ کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد

کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے والد بزرگوار سے کہا اے امیر المومنین! اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس طرح مخاطب کیا کہ اے میرے باپ! اللہ نے رزق کو وسیع کیا ہے اور آپ کو فتوحات عطا کی ہیں اور کثرت سے مال عطا کیا ہے کیوں نہ آپ اپنے کھانے سے زیادہ نرم غذا کھایا کریں اور اپنے اس لباس سے زیادہ نرم لباس پہنا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم سے ہی اس امر کا فیصلہ چاہوں گا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں کتنی سختیاں گزارنی پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؓ مسلسل حضرت حفصہؓ کو یہ یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ کو رلا دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جہاں تک مجھ میں طاقت ہو گی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی زندگیوں کی سختی میں شامل رہوں گا تا کہ شاید میں ان دونوں کی راحت کی زندگی میں بھی شریک ہو جاؤں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ اے حفصہ بنت عمر! تم نے اپنی قوم کی خیر خواہی تو کی ہے لیکن اپنے باپ کی خیر خواہی نہیں کی۔ تم نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ یہ ہو گا تو قوم کی بہتر خدمت کروں گا لیکن میری خیر خواہی نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا کہ میرے خاندان والوں کا صرف میری جان اور میرے مال پر حق ہے لیکن میرے دین اور میری امانت میں ان کا کوئی حق نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ148 ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

یعنی جو امانت میں ادا کر رہا ہوں اور جس طرح ادا کر رہا ہوں، اس میں مجھے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس بات میں، اس بارے میں کہنا تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت عکرمہ بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہؓ اور ان کے علاوہ کچھ اَور لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اگر آپؓ زیادہ عمدہ غذا کھائیں تو حق کے لیے کام کرنے پر آپؓ زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم سب کی یہی رائے ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری خیر خواہی سمجھ گیا ہوں لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو اس راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں نے ان دونوں کا وہ راستہ چھوڑ دیا تو میں ان دونوں سے منزل میں نہیں مل سکوں گا۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی صفحہ 101 عمر بن خطاب مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان 1999ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خوف و خطر کا زمانہ تھا۔

اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیے تھے ہم ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک خطبہ میں تحریکِ جدید کے سلسلہ میں ہی یہ ذکر کر رہے ہیں۔ بہرحال فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے اور اس پر اتنا زور دیتے تھے کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو کر لیا۔ انتہا سے بڑھ گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ دو کھانے کیوں رکھے گئے ہیں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپؓ سے عرض کیا گیا، لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کہا یہ دو نہیں بلکہ نمک اور سرکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے۔ مگر آپؓ نے کہا نہیں۔ یہ دو ہیں۔ اگرچہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلو کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا نہ تھا لیکن اس مثال سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے دیکھ کر کہ مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت ہے اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ والا مطالبہ مَیں نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ نمک ایک سالن ہے اور سرکہ دوسرا مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آج سے تین سال کے لیے جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا تا کہ اگر ان تین سالوں میں حالت خوف بدل جائے تو احکام بھی بدلے جا سکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن۔ یہ دو چیزیں نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے لیکن روٹی کے ساتھ دو سالن ہوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہو گی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 15 صفحہ 426)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب تحریک جدید کا اعلان فرمایا تھا اور اس وقت جماعت کو ضرورت تھی تو تحریک کی کہ اپنے خرچ کم کر کے چندہ دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب حالات مختلف ہیں۔ اس لیے یہ پابندی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسراف سے کام نہیں لینا چاہیے۔

حضرت مصلح موعود آیت وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ کَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (الفرقان: 68) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی عبدالرحمٰن بننا چاہے تو اس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے وقت دو باتوں کا لحاظ کرے۔ اول یہ کہ وہ اپنے مال میں اسراف نہ کرے۔ اس کا کھانا صرف تکلّف اور مزے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ قوت طاقت اور بدن کو قائم رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا پہننا آرائش کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بدن کو ڈھانکنے اور خدا تعالیٰ نے جو اسے حیثیت دی ہے اس کے محفوظ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ اسی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ ملک شام کو تشریف لے گئے وہاں بعض صحابہ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ (ریشمی کپڑوں سے مراد وہ کپڑے ہیں جس میں کسی قدر ریشم تھا ورنہ خالص ریشم کے کپڑے سوائے کسی بیماری کے مردوں کو پہننے منع ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان لوگوں پر خاک پھینکو یعنی بُرا منایا اور ان سے کہا کہ تم اب ایسے

آسائش پسند ہو گئے ہو کہ ریشمی کپڑے پہنتے ہو۔ اس پر ان صحابہ میں سے ایک نے کرتہ اٹھا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ اس نے نیچے موٹی اون کا سخت کرتہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ ہم نے ریشمی کپڑے اس لیے نہیں پہنے کہ ہم ان کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ اس ملک کے لوگوں کی طرز ہی ایسی ہے۔ اور یہ بچپن سے ایسے امراء کو دیکھنے کے عادی ہیں جو نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی ان کی رعایت سے اپنے لباسوں کو ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے ورنہ ہم پر ان کا کوئی اثر نہیں۔ پس صحابہ کا عمل بتاتا ہے کہ اسراف سے کیا مراد ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مال ایسی اشیاء پر نہ خرچ کرے جن کی ضرورت نہیں اور جن کا مدعا صرف آرائش اور زیبائش ہو۔ غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

عباد الرحمٰن وہ ہوتے ہیں جو اپنے مالوں میں اسراف نہیں کرتے۔

جو مالوں میں اسراف نہ کرتے ہوں وہ اپنے مالوں کو ریا اور دکھاوے کے لیے خرچ نہ کرتے ہوں بلکہ فائدہ اور نفع کے لیے صرف کرتے ہوں۔ پھر اپنے مالوں کو ایسی جگہ دینے سے نہ روکیں جہاں دینا ضروری ہو اور ان کا قوام ہو یعنی درمیانی ہو (اس فائدہ کا ذریعہ بن رہا ہو۔) نہ اپنے مالوں کو اس طرح لوٹائیں جو اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت نہ ہو اور نہ اس طرح روکیں کہ جائز حقوق کو بھی ادا نہ کریں۔ یہ دو شرطیں عباد الرحمٰن کے لیے مال خرچ کرنے کے متعلق ہیں لیکن بہت لوگ ہیں جو یا تو اسراف کی طرف چلے جاتے ہیں یا بخل کی طرف چلے جاتے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 5 صفحہ 3تا4)

حضرت عمرؓ دکھاوے اور شان و شوکت والے لباس کے اس قدر خلاف تھے

کہ مفتوح دشمن کے لیے بھی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا لباس پہن کر ان کے سامنے آئے جو شان و شوکت والا ہو۔ چنانچہ فارسیوں کے سپہ سالار ہُرمُزان کے واقعہ میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ یہ تفصیل تو مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس جگہ میں کچھ تھوڑا سا حصہ واضح کرنے کے لیے بیان کرتا ہوں۔

جب تُستَر کی فتح کے وقت فارسیوں کے سپہ سالار ہُرمُزان نے ہتھیار پھینک دیے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اسے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا گیا تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے جو مسلمان لے جانے والے تھے انہوں نے اسے اس کا ریشمی لباس پہنا دیا تا کہ حضرت عمرؓ اور مسلمان اس کی اصل ہیئت کو دیکھ سکیں۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ہُرمُزان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس کے لباس کو بغور دیکھا اور کہا

میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔

قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ہُرمُزان ہے۔ اس سے بات کر لیں۔ آپ نے کہا ہرگز نہیں یہاں تک کہ وہ اپنا زرق برق لباس اور زیورات اتار دے۔ یہ سب کچھ اتارا گیا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس سے بات کی۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 424 تا 425 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور تقویٰ کے معیار

کے بارے میں اس بات سے اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عُروہ بن زُبیرؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے عمر بن خطاب کو کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپؓ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب وفود اطاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے، مختلف قوموں کے وفد جب اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آئے تو میرے دل میں اپنی بڑائی کا احساس ہوا۔ اس لیے میں نے اس بڑائی کو توڑنا ضروری سمجھا۔

(سیرت عمر بن الخطاب از علی محمد الصلابی صفحہ 122 دارالمعرفة بیروت 2007ء)

یہ بڑائی کیوں پیدا ہوئی؟ اس لیے میں نے سوچا کہ میں پھر اس کو اس طرح توڑوں کہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کے لے کے جاؤں۔

حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطبؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ سے قافلے کی صورت میں واپس آ رہے تھے یہاں تک کہ ہم ضَجْنَان کی گھاٹیوں میں پہنچے تو لوگ رک گئے۔ ضَجْنَان مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس جگہ پر وہ وقت بھی یاد ہے جب میں اپنے والد خطاب کے اونٹ پر ہوتا تھا اور وہ بہت سخت طبیعت کے انسان تھے۔ ایک مرتبہ میں ان اونٹوں پر لکڑیاں لے کر جاتا تھا اور دوسری مرتبہ ان پر گھاس لے کر جاتا تھا۔ آج میرا یہ حال ہے کہ لوگ میرے علاقے کے دُور دراز میں سفر کرتے ہیں اور میرے اوپر کوئی نہیں۔ یعنی میں ایک وسیع و عریض علاقے کا حاکم ہوں جس میں لوگ دُور دور تک سفر کرتے ہیں اور مجھ سے ملنے آتے ہیں اور میرے اوپر دنیا کا کوئی حکمران نہیں ہے جو مجھ پر حکومت کرتا ہو۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

لَا شَیْءَ فِیْمَا تَرٰی اِلَّا بَشَاشَتَهٗ
یَبْقَی الْاِلٰهُ وَ یُوْدِی الْمَالُ وَ الْوَلَدُ

یعنی جو کچھ تمہیں نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے ایک عارضی خوشی کے۔ صرف خدا کی ذات باقی رہے گی جبکہ مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 202 عمر بن الخطاب مطبوعہ دارا لکتب العلمیة بیروت 1990ء)
(فتح الباری جلد 2 صفحہ 144 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حذیفہ جو بے تکلف تھا اس نے جرأت کی اور وجہ پوچھی آپؓ نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ جب میں اپنے ایک اونٹ کو چراتا تھا اور اس درخت کے نیچے میرے والد نے مجھے بہت زجر و توبیخ کی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ اونٹ تو کیا کئی لاکھ آدمی میری آنکھ کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 326)

اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اونٹوں کے چرانے والا ایک شخص عظیم الشان بادشاہ بن گیا اور صرف دنیاوی بادشاہ نہیں بنا بلکہ روحانی بھی۔ یہ حضرت عمرؓ تھے جو ابتدائے عمر میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حج کو گئے تو راستہ میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ دھوپ بہت سخت تھی جس سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی لیکن کوئی یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ آپؓ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آخر ایک صحابی کو جو حضرت عمرؓ کے بڑے دوست تھے اور جن سے آپ فتنہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں "حضرت عمرؓ سے پوچھیں" کہ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ انہوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آگے چلئے یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "میں یہاں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ ایک دفعہ میں اونٹ چرانے کی وجہ سے تھک کر اس درخت کے نیچے لیٹ گیا تھا۔ میرا باپ آیا اور اس نے مجھے مارا کہ کیا تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر سو رہنا۔ تو ایک وقت میں میری یہ حالت تھی لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ دیا کہ آج اگر لاکھوں آدمیوں کو کہوں تو وہ میری جگہ جان دینے کو تیار ہیں۔ اس واقعہ سے اور نیز اس قسم کے اَور بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کس حالت میں تھے اور رسول کریمؐ کی اتباع سے ان کی کیا حالت ہوگئی اور انہوں نے وہ درجہ اور علم پایا جو کسی کو حاصل نہ تھا۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "یہ قصہ میں نے اس لئے سنایا ہے کہ دیکھو ایک اونٹ چرانے والے کو دین اور دنیا کے وہ وہ علم سکھائے گئے جو کسی کو سمجھ نہیں آ سکتے۔ ایک طرف اونٹ یا بکریاں چرانے کی حالت کو دیکھو کیسی علم سے دور معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف اس بات پر غور کرو کہ

اب بھی جبکہ یورپ کے لوگ ملک داری کے قوانین سے نہایت واقف اور آگاہ ہیں حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قانون کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک اونٹ کا چرواہا اور سلطنت کیا تعلق رکھتے ہیں؟ لیکن دیکھو کہ انہوں نے وہ کچھ کیا کہ آج دنیا ان کے آگے سر جھکاتی ہے اور ان کی سیاست دانی کی تعریف کرتی ہے۔ پھر دیکھو حضرت ابوبکرؓ ایک معمولی تاجر تھے لیکن اب دنیا حیران ہے کہ ان کو یہ فہم، یہ عقل اور یہ فکر کہاں سے مل گیا۔ میں بتاتا ہوں کہ ان کو قرآن شریف سے سب کچھ ملا۔ انہوں نے قرآن شریف پر غور کیا اس لئے ان کو وہ کچھ آ گیا جو تمام دنیا کو نہ آتا تھا کیونکہ

قرآن شریف ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جب اس کے ساتھ دل کو صیقل کیا جائے تو ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ تمام دنیا کے علوم اس میں نظر آ جاتے ہیں

اور انسان پر ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے کہ پھر کسی کے روکے وہ علوم جو اس کے دل پر نازل کئے جاتے ہیں نہیں رک سکتے۔ پس ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو پڑھے اور غور کرنے کی کوشش کرے۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 130-131)

حضرت عمرؓ کی عاجزی اور انکساری

کے بارے میں ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے۔ جُبَیر بن نُفَیر سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے عمر بن خطاب سے کہا اے امیر المومنین! اللہ کی قسم ہم نے کسی شخص کو آپ سے زیادہ انصاف کرنے والا،

زیادہ حق گو اور منافقین پر سختی کرنے والا نہیں دیکھا۔ بیشک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ عوف بن مالک نے اس کہنے والے شخص کو کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یقیناً ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے بہتر کو دیکھا ہے یعنی حضرت عمرؓ سے بہتر کو بھی دیکھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے تو انہوں نے کہا ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا عوف نے سچ بولا اور اس شخص کو کہا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ اللہ کی قسم! ابوبکرؓ مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے اونٹوں سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔

(كنز العمال مجلد السادس كتاب فضائل الصحابة روايت نمبر 35624 دارالكتب العلمية بيروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ یہ تکرار بڑھ گئی۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت تیز تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں تا کہ جھگڑا خواہ مخواہ زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کا کرتہ پکڑ لیا کہ میری بات کا جواب دے کر جاؤ۔ جب حضرت ابوبکرؓ اس کو چھڑا کر جانے لگے تو آپ کا کرتہ پھٹ گیا۔ آپ وہاں سے اپنے گھر کو چلے آئے لیکن حضرت عمرؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے تا کہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا عذر پیش کرسکوں لیکن راستے میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ حضرت عمرؓ یہی سمجھے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے گئے ہیں وہ بھی سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ موجود نہ تھے لیکن چونکہ ان کے دل میں ندامت پیدا ہو چکی تھی اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ابوبکرؓ سے سختی سے پیش آیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا کوئی قصور نہیں۔ میرا ہی قصور ہے۔ جب حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کو جا کر کسی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی شکایت کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے بھی اپنی براءت کے لئے جانا چاہئے تا کہ یکطرفہ بات نہ ہو جائے اور میں بھی اپنا نقطہ نگاہ پیش کرسکوں۔ جب حضرت ابوبکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہؐ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے تکرار کی اور ان کا کرتہ مجھ سے پھٹ گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غصہ کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے جب ساری دنیا میرا انکار کرتی تھی اور تم لوگ بھی میرے مخالف تھے اس وقت ابوبکرؓ ہی تھا جو مجھ پر ایمان لایا اور ہر رنگ میں اس نے میری مدد کی۔ پھر افسردگی کے ساتھ فرمایا کیا اب بھی تم مجھے اور ابوبکرؓ کو نہیں چھوڑتے؟ آپ یہ فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے۔ یہ ہوتا ہے سچے عشق کا نمونہ کہ بجائے یہ عذر کرنے کے کہ یا رسول اللہؐ! میرا قصور نہ تھا عمرؓ کا قصور تھا۔'' حضرت ابوبکر جب داخل ہوئے اور ''آپؓ نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خفگی پیدا ہو رہی ہے آپؓ سچے عاشق کی حیثیت سے برداشت نہ کرسکے کہ میری وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔'' اس لئے حضرت ابوبکرؓ ''آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! عمرؓ کا قصور نہیں تھا میرا قصور تھا۔''

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 313-314)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے

عورت کے جنین کے اسقاط کی صورت میں اس کی دیت کے بارے میں مشورہ

کیا۔ مُغیرہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام یا لونڈی کی قیمت بطور دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ایسا شخص لاؤ جو تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دے۔ پھر محمد بن مَسلَمہ نے گواہی دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب الدیات باب جنین المراۃ روایت نمبر ۶۹۰۵،۶۹۰۶) یعنی کسی ظلم کی وجہ سے یا زبردستی کسی عورت کا اسقاط ہو جائے یا کروایا جائے تو پھر اس کی دیت دینی ضروری ہے اور جس نے یہ ظلم کیا ہو وہ دیت دے گا اور ایک لونڈی یا غلام آزاد کرے گا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا ابھی تو ایک بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر انہوں نے کہا السلام علیکم۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا یعنی جواب دل میں دیا اور پھر کہا کہ ابھی دو ہی بار اجازت طلب کی ہے۔ تھوڑی دیر مزید خاموش رہ کر انہوں نے پھر کہا السلام علیکم۔ کیا مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت ہے؟ جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تین بار اجازت طلب کر چکے تو پھر واپس ہولیے۔ جب تین بار انہوں نے اجازت لے لی اور حضرت عمرؓ کا جواب نہیں سنا تو واپس چلے گئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربان سے کہا ابوموسیٰ نے کیا کیا؟ اس نے کہا کہ لَوٹ گئے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں بلا کر میرے پاس لاؤ۔ پھر جب وہ ان کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنت پر عمل کیا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنت پر؟ قسم اللہ کی تمہیں اس کے سنت ہونے پر دلیل اور ثبوت پیش کرنا ہوگا ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کروں گا۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ پھر وہ ہمارے پاس آئے۔ اس وقت ہم انصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ ابوموسیٰ اشعری نے کہا اے انصار کی جماعت! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے نہیں ہو، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا اَلۡاِسۡتِئۡذَانُ ثَلَاثٌ؟ یعنی اجازت طلبی تین بار ہے۔ اگر تمہیں اجازت دے دی جائے تو گھر میں جاؤ اور اگر اجازت نہ دی جائے تو لَوٹ جاؤ۔ یہ سن کر لوگ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر ابوموسیٰ اشعری کی طرف اونچا کر کے کہا اس سلسلہ میں جو بھی سزا آپ کو ملے گی میں اس میں حصہ دار ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ یعنی ابوسعید، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس حدیث کی خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے اس حدیث کا علم نہیں تھا اور اب مجھے علم ہوگیا ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان باب ما جاء فی الاستئذان ثلاثة۔ حدیث 2690)

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سمیت اَور لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے مگر آپ کو واپسی میں دیر ہوگئی اور ہم ڈرے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں اور ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے باہر نکل پڑا یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا جو بنونجار کا تھا۔ میں نے اس کے گرد چکر لگایا کہ دروازہ ڈھونڈوں مگر میں نے دروازہ نہ پایا پھر دیکھا کہ پانی کا ایک بڑا نالہ باہر ایک کنویں سے باغ کے اندر جاتا ہے تو کہتے ہیں میں اس میں لومڑی کے سمٹنے کی طرح سمٹ کر نالے کے ذریعہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ آپؐ نے پوچھا ابوہریرہ؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہؐ! فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے مگر واپسی میں آپ کو دیر ہوگئی تو ہم ڈر گئے کہ آپ ہم سے کٹ نہ جائیں تو ہم گھبرا گئے۔ سب سے پہلے مجھے فکر پیدا ہوئی اور میں اس باغ کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اس میں داخل ہوا اور وہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے جوتے دیے اور آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور جو کوئی اس باغ کے پرے تمہیں ملے اور یہ گواہی دیتا ہو کہ

اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں اور دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہو تو اس بات پہ اسے جنت کی بشارت دے دو۔

کہتے ہیں: میں جب گیا تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی کے طور پر مجھے دیے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو تو میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے غصہ میں زور سے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں پشت کے بل گرا۔ انہوں نے کہا اے ابوہریرہ! واپس جاؤ۔ خیر کوئی ضرورت نہیں کسی کو کچھ کہنے کی۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا اور رونے ہی لگا تھا کہ حضرت عمرؓ بھی میرے پیچھے پیچھے آپہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں عمرؓ سے ملا تھا اور ان سے جو آپؐ نے مجھے دے کر بھیجا تھا بیان کیا تو عمرؓ نے مجھے سینے پر زور سے ہاتھ مارا۔ میں پشت کے بل گر گیا۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا آپؐ نے اپنی جوتیوں کے ساتھ ابوہریرہ کو بھیجا تھا کہ جو اسے ملے اور گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین رکھتا ہو تو اسے جنت کی بشارت دے دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس

پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ایسا نہ کیجیے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ پھر اسی پر بھروسہ کرنے لگ جائیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ ان کو عمل کرنے دیں وہ عمل کریں اور نیکیوں کا جو حکم ہے، احکامات ہیں ان پر عمل کرنے دیں تا کہ وہ حقیقی مومن بنیں۔ نہیں تو یہ صرف اسی بات پر قائم ہو جائیں گے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہی جنت کی بشارت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا رہنے دو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا۔ حدیث 147) ٹھیک ہے، اسی طرح کرتے ہیں۔ بڑی محتاط طبیعت تھی حضرت عمرؓ کی۔

حضرت عمرؓ سے ڈر کر شیطان بھی بھاگتا ہے

اس بارے میں بھی بعض روایات ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ مانگ رہی تھیں۔ ان کی آواز آپ کی آواز سے اونچی تھی۔ جب حضرت عمر بن خطاب نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اٹھ کر جلدی سے پردے میں چلی گئیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو آنے کی اجازت دی۔ حضرت عمرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں سے متعجب ہوں جو میرے پاس تھیں۔ جب انہوں نے آپ کی آواز سنی جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! حالانکہ آپ زیادہ لائق ہیں کہ آپ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مخاطب کیا اونچی آواز میں اور کہنے لگے: اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔ وہ بولیں ہاں آپ تو بڑے سخت مزاج اور سخت دل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے سنو۔ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شیطان جب کبھی بھی تمہارے راستے پر چلتے ہوئے ملا ہے تو ضرور ہی اس نے اپنا وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب فضائل حضرت عمرؓ حدیث 3683)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے شور سنا اور بچوں کی آوازیں بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ وہاں حبشہ کی ایک عورت تھی جو ناچ کر کرتب دکھا رہی تھی اور بچے اس کے ارد گرد جمع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ آ جاؤ اور دیکھ لو۔ میں آئی اور اپنی ٹھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر دیکھنے لگی۔ میری ٹھوڑی آپ کے سر اور کندھے کے درمیان تھی۔ پھر آپ مجھ سے فرمانے لگے کیا تم سیر نہیں ہوئی؟ میں نے کہا ابھی نہیں تا کہ میں دیکھوں کہ آپ کو میری کتنی قدر ہے۔ جب حضرت عمرؓ آئے تو لوگ اس عورت کے پاس سے بھاگ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں دیکھتا ہوں کہ جن وانس کے شیطان عمر سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں پھر میں وہاں سے لوٹ آئی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشيطان ليخاف منك يا عمر حدیث 3691)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لونڈی نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے واپس لے آیا تو میں آپؐ کے سامنے دف بجا کر گانا گاؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجا لو ورنہ نہیں۔ چنانچہ وہ دف بجانے لگی اور حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت علیؓ آئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو پھر بھی دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لی اور اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا تو یہ دف بجاتی رہی۔ پھر ابوبکر آئے یہ دف بجاتی رہی۔ پھر علی آئے تو بھی بجاتی رہی۔ پھر عثمان آئے تو یہ بجاتی رہی مگر اے عمر! جب تم آئے ہو تو اس نے دف رکھ دی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قوله ان الشيطان ليخاف منك يا عمر حدیث 3690)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو کہا تھا کہ اگر شیطان تجھ کو کسی راہ میں پاوے تو دوسری راہ اختیار کرے اور تجھ سے ڈرے اور اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ سے ایک نامرد ذلیل کی طرح بھاگتا ہے۔‘‘

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 143)

حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق اور سکینت

کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب باب ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه حدیث: 3682)

حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطاب میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے اور میرے بعد عمر بن خطاب جہاں ہو گا حق اس کے ساتھ رہے گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از ابن الجوزی صفحہ ۱۲ المطبعة المصرية الازهر)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ

سکینت حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری ہوتی ہے۔

(کنز العمال مجلد السادس جزء ۱۲۔ کتاب الفضائل ۔ فضائل عمر ۔ روایت 35870۔ دار الکتب العلمية 2004ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامانِ سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رخت سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا میرے لئے ستو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کے دانوں سے نکالنی شروع کی۔ حضرت ابوبکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا عائشہؓ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رسول اللہؐ کے کسی سفر کی تیاری ہے؟ کہنے لگیں سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپؐ نے سفر کی تیاری کے لئے کہا ہے۔ کہنے لگے کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامان سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ دو تین دن کے بعد آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو! تمہیں پتہ ہے خُزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے۔‘‘ یعنی مکہ والوں نے غداری کی ہے ’’اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو جائیں تو ہم نے وہاں جانا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپؐ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپؐ اپنی قوم کو ماریں گے؟‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’فرمایا ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے۔ معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا بسم اللہ! میں تو روز دعائیں کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہؐ کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر

قول صادق عمرؓ کی زبان سے زیادہ جاری ہوتا ہے۔

فرمایا کرو تیاری۔ پھر آپؐ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے شروع ہوئے اور کئی ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا اور آپؐ لڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔‘‘

(سیر روحانی (7)، انوار العلوم جلد 24 ۔صفحہ 260-261)

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی فضیلت

کے بارے میں ایک روایت ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرہ کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی۔ گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

(سنن ابو داؤد کتاب الحروف والقراءات حدیث 3987)

ابوعثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ذَاتُ السَّلَاسِلُ کی فوج پر افسر مقرر کر کے بھیجا۔ اس زمانے کا جو سفر کا طریقہ ہوتا تھا اس کے مطابق یہ مدینہ سے کوئی ایک دن کے سفر پہ واقع جگہ ہے۔ اور وادی القریٰ سے آگے قبیلہ جُذَام کے علاقے میں ایک کنویں کا نام ہے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس واپس آیا تو میں نے آپ سے پوچھا: لوگوں میں سے آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟

آپ نے فرمایا عائشہ۔ میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے، آپ نے فرمایا اس عائشہ کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا عمر۔ پھر آپ نے کئی مَردوں کا نام لیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ السلاسل …حدیث 4358)

(فرہنگ سیرت صفحہ 152 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار میں سے اپنے صحابہ کے پاس نکل کر آتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو ان میں سے کوئی اپنی نگاہ آپ کی طرف نہیں اٹھاتا تھا سوائے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے۔ یہ دونوں آپ کو دیکھتے اور مسکراتے اور آپ ان دونوں کو دیکھتے اور مسکراتے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی ما لابی بکر و عمر عند النبی ﷺ … حدیث 3668)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور آپ اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور آپ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قولہ لابی بکر و عمر: ھکذا نبعث یوم القیامۃ حدیث 3669)

عبداللہ بن حَنْطَبْ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قولہ فیھما ھذان السمع والبصر حدیث 3671)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان! اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! اگر تم ایسا کہہ رہے ہو تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قول عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ۔حدیث 3684)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین شق ہو گی۔ پھر ابوبکر۔ پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرمین کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابوبکر ثم عمر حدیث 3692)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اخبارہ عن اطلاع رجل من اھل الجنۃ فاطلع عمر حدیث 3694)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث 3664)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ان دونوں ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث 3662)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فاما وزیرای فی الارض …حدیث 3680)

حضرت حُذَیفہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر کلیھما، حدیث 3663)

حضرت ابو بُکْرَہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم میں سے کس نے خواب دیکھی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک میزان ہے۔ آسمان سے اترا ہے اور آپؐ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو تولا گیا تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ سے بھاری ہوئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تولا گیا تو حضرت ابوبکرؓ بھاری ہوئے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو تولا گیا تو حضرت عمرؓ بھاری ہوئے۔ اس کے بعد میزان ترازو اٹھا لی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے سننے کے بعد فرمایا: یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت عطا فرمائے گا۔

(سنن ابو داؤد کتاب السنۃباب فی الخلفاء حدیث4634-4635)

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جزء12 صفحہ387،388 کتاب السنہ باب فی الخلفاء مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ مدینہ 1969ء)

عَبْدِ خَیْر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں نہ بتاؤں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا ابوبکرؓ ہیں۔ پھر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر کہنے لگے اے لوگو! کیا میں تمہیں حضرت ابوبکرؓ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین انسان کے بارے میں بتاؤں وہ عمرؓ ہیں۔

(حلیۃالاولیاء از امام اصفہانی جلد 7 صفحہ 205 حدیث 10323مکتبہ ایمان منصورہ 2007ء)

ابو جُحَیْفَہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء از امام اصفہانی جلد 7 صفحہ 205 حدیث 10325مکتبہ ایمان منصورہ 2007ء)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ بیان ہو گا۔ کچھ دیر حضرت عمرؓ کا یہ ذکر چلے گا۔

اس وقت میں نماز کے بعد

کچھ جنازے

پڑھاؤں گا جن کا ذکر یہاں کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر

مکرم کامران احمد صاحب شہید

ابن نصیر احمد صاحب آف پشاور کا ہے۔ 9؍ نومبر کو مخالفین نے ان کے آفس میں فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ شہید کی عمر چوالیس (44) سال تھی۔ پشاور میں ایک احمدی مکرم شفیق الرحمٰن صاحب کی فیکٹری میں بطور اکاؤنٹنٹ کام کر رہے تھے۔ ایک مسلح شخص دفتر میں آیا اور آ کے فائرنگ کر دی۔ انہیں چار گولیاں لگیں اور موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ وقوعہ کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم نصیر احمد صاحب کے نانا حضرت نبی بخش صاحب ابن فتح دین صاحب آف بھینی بانگر نزد قادیان کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے 1902ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ شہید مرحوم نے کچھ عرصہ قبل ایک دکان لے کر اپنے بھائی کے ساتھ ایک آفس بنایا تھا۔ مالک دکان نے محض احمدی ہونے کی بنا پر ایک دن کے نوٹس پر دکان خالی کروالی اور اس کے بعد چوک کا نام ختم نبوت چوک رکھ دیا گیا۔ قریبی ایک دکان لینے پر مخالفین نے جلوس نکال کر وہ دکان بھی خالی کروالی۔ ان کے گھر کے قریب اکتوبر میں بڑا جلسہ کیا گیا اور جماعت کے خلاف شدید اشتعال انگیز تقاریر کی گئیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اس علاقے میں اتنا بڑا جلسہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس علاقے میں شدید نفرت کی فضا قائم ہو گئی۔ شہید مرحوم عرصہ کئی سال سے ایک پرائیویٹ ادارے کے اکاؤنٹس کے معاملات کو بھی دیکھتے تھے۔ مخالفت کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے معذرت کر دی تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا کردار اور دیانت ایسی ہے کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے چاہے چند منٹ کے لیے ہمارے پاس آ جایا کریں اور جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ لوگ بڑے تکلیف میں تھے۔ شہید مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک

تھے۔ ان کے والد کہتے ہیں کہ رات کو دیر سے گھر آنے پر ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ بڑی دیر سے گھر آئے ہو۔ کیا وجہ ہے؟ تو کہنے لگے فلاں جو مخالف احمدیت ہے بلکہ معاند ہے، اس مخالف کی فیملی میں کسی عورت کو خون کی ضرورت تھی اس کو خون دے کے آیا ہوں اور خون اس لیے دیا ہے کہ یہ لوگ مالی لحاظ سے کمزور ہیں اور مجبور ہیں اور ان کا اپنا کردار ہے اور ہمارا اپنا کردار ہے۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے۔ جماعتی خدمت اور ڈیوٹیوں میں سب سے پہلے حاضر ہوتے اور ہمیشہ حساس مقام پر خود کھڑے ہوتے۔ پھر ہجرت کرنے کے لیے جب ان کو مشورہ دیا جاتا تو کہتے اگر ہم لوگ یہاں سے چلے گئے تو کمزور احمدیوں کے مسائل اَور بڑھ جائیں گے۔ چندہ جات کی ادائیگی میں ان کی بڑی نمایاں حیثیت تھی۔ چندہ جات کی تحریک کے وقت ہمیشہ اوّلین وقت میں ادائیگی کیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ایک دفعہ مباہلہ پمفلٹ تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کو پولیس نے پکڑ کر حوالات میں بھی بند کر لیا۔ اگلے روز ان کی رہائی ہوئی۔ کہتے ہیں واقعہ شہادت سے دو دن پہلے انہوں نے خواب دیکھی تھی کہ ایک بزرگ خاتون ان کے گھر کی صفائی کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ خلیفہ رابع نے آنا ہے تو کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد حضور رحمہ اللہ تشریف لائے اور شہید مرحوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور تم نے میرے ساتھ ہی رہنا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ وصیت کے نظام میں شامل تھے۔ نرم مزاج، علاقے کی ہردلعزیز شخصیت تھے۔ شریف النفس، غریبوں کے ہمدرد، خلافت سے بے پناہ عشق رکھنے والے۔ پسماندگان میں ان کے والد نصیر احمد صاحب اور والدہ ہیں اور اہلیہ ہیں اور تیرہ سال، گیارہ سال اور آٹھ سال کے تین بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور سب کو حوصلہ اور صبر عطا فرمائے اور ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی والدہ بھی بیمار ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ کینسر کی مریضہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

دوسرا ذکر

ڈاکٹر مرزا مُبَیّر احمد اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر سید

کا ہے۔ امریکہ میں ملواکی (Milwakee) میں ایک حادثے میں ان دونوں کی وفات ہوگئی۔ ڈاکٹر مرزا نبیر احمد کی عمر پینتیس (35) سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم کے پڑدادا حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور مرحوم کی دادی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے پڑنانا بھی صحابی تھے۔ ان کے خاندان میں کافی صحابہ ہیں۔ 2012ء میں یہ امریکہ منتقل ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں ان کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ مرحوم ملواکی مسجد کے لیے ایک نئی عمارت خریدنے کے لیے مقامی جماعت کے سب سے زیادہ عطیہ پیش کرنے والے احباب میں شامل تھے۔ پسماندگان میں ان کے والد مرزا نصیر احمد صاحب ہیں جو اس وقت سیکرٹری امور عامہ اسلام آباد ہیں۔ والدہ لجنہ اسلام آباد کی ریجنل صدر ہیں۔ بہن ہیں نادیہ اور دو بھائی ہیں۔ اور ان کی اہلیہ عائشہ عنبر جو ان کے ساتھ تھیں جن کی وفات ہوئی وہ سید سجاد احمد شاہ صاحب جاپان کی بیٹی تھیں اور جاپان میں آجکل ہمارے مربی سلسلہ سید ابراہیم کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھگلہ کے ذریعہ سے آئی تھی۔ 1930ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ عائشہ عنبر کی وفات بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں دو دن کے بعد ہوئی۔ مرحومہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی ایک فعال ٹیم ممبر تھیں اور میرے خطبات جو تھے ان کا جاپانی میں لائیو ترجمہ بھی کیا کرتی تھیں اور جاپانی زبان میں subtitling بھی کیا کرتی تھیں۔ ان کے لواحقین میں ان کے والد سید سجاد احمد ہیں، والدہ سیدہ درثمین سید ہیں۔ تین بھائی اور ایک بہن ہیں۔ ان کے بھائی ابراہیم صاحب جو جاپان میں مربی سلسلہ ہیں وہ کہتے ہیں بہت سارے جماعتی کاموں میں میری مدد کرتی تھیں۔ ''لیکچر لاہور'' اور ''ہمارا خدا'' کے جاپانی ترجمہ میں میری مدد کرتی رہیں اور ایسا ترجمہ کرتی تھیں کہ میں ہمیشہ حیران ہوتا تھا کہ باوجود فارسی پڑھنے کے اتنا اچھا ترجمہ کیسے کر لیتی ہیں۔ ان کی بڑی بہن فاطمہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان کی ایک ڈائری تھی جو اتفاق سے میرے پاس آ گئی اور ہر صفحہ دو عنوانات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک پہ لکھا ہوا تھا میری دنیاوی زندگی اور ایک پہ لکھا ہوا تھا میری روحانی زندگی اور دنیاوی صفحے روزمرہ کی زندگی کے کاموں اور دنیاوی مقاصد کے لئے مختص تھے اور روحانی صفحہ روحانی مقاصد کے لیے اور جماعت کے نوٹس اور دینی علم کے لیے وقف تھا۔ ہر صفحہ بہت خوبصورتی اور سوچ سمجھ کر لکھا ہوتا تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر ہر لفظ کو غور سے سننا اور اس پر عمل کرنا اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان کا خاص طریقہ تھا۔ جاپانی سہیلیوں کو بھی اسلام کی پُرحکمت تعلیم سے آگاہ کیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر

چودھری نصیر احمد صاحب

کا ہے جو کراچی میں اس وقت کلفٹن جماعت کے سیکرٹری مال تھے۔ چودھری نذیر احمد صاحب ربوہ کے یہ بیٹے تھے۔ انہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ وفات کے وقت یہ اپنی اہلیہ اور برادر نسبتی کو نماز فجر کی امامت کروا رہے تھے تو دوسری رکعت میں سجدے کے دوران اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز کی حالت میں موت کو ایک قابل رشک موت قرار دیا ہے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 542)

چودھری نذیر احمد صاحب جو ان کے والد تھے ان کو بھی ریٹائرمنٹ کے بعد پچیس سال جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ نائب ناظر زراعت اور وکیل الزراعت رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی ہیں چودھری نعیم احمد صاحب وہ انجمن کے اس وقت افسر خزانہ ہیں۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ ہیں نصرت نصیر صاحبہ۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ 1972ء میں کراچی شفٹ ہوئے۔ وہیں ان کا کاروبار تھا۔ وہاں مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور غیر معمولی خدمت کی انہوں نے توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر

سرداراں بی بی صاحبہ اہلیہ چودھری نبی بخش صاحب

دارالرحمت غربی ربوہ کا ہے جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کا تعلق پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور سے تھا۔ پھر یہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ پہلے سیالکوٹ پھر سندھ۔ والدین اور سارا خاندان شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ 1949ء میں جب اپنے خاندان کے ساتھ آپ نے احمدیت قبول کی تو والدین نے کہا کہ تمہارا خاوند کافر ہوگیا ہے اس لئے تم واپس آ جاؤ۔ خاندان کے ساتھ نہیں اپنے خاوند کے ساتھ احمدیت قبول کی تھی۔ باقی خاندان نے بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا خاوند کافر ہوگیا ہے اس لیے تم اس کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے اپنے گھر والوں کو، خاندان کو جواب دیا کہ اب تو میں صحیح مسلمان ہوئی ہوں۔ آپ کے پاس تو صرف فجر کی نماز پڑھتی تھی اور اب میں نہ صرف پانچ وقت کی نمازیں بلکہ تہجد کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتی ہوں اس لئے واپس نہیں آؤں گی۔ چودہ سال کے بعد اپنے والدین کو ملنے گئیں تو اس وقت بھی وہ بڑی سردمہری سے ملے اور اس کے باوجود ان کے دل نرم نہیں ہوئے اور کبھی وہ ان کو ملنے نہیں آئے۔ جماعت سے سچا پیار کرتی تھیں خلافت سے فدائیت کا تعلق تھا۔ غریب پرور، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو نصرت جہاں کے تحت پانچ سال سیرالیون میں خدمت کی توفیق ملی۔ چھوٹے بیٹے عبدالخالق نیر صاحب مربی سلسلہ ہیں آج کل کیمرون میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ وہاں مشنری انچارج بھی ہیں۔ امیر بھی ہیں جو میدان عمل میں اس وقت مصروف ہیں اور اس وجہ سے والدہ کے جنازہ میں بھی شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 03؍ دسمبر 2021ء)

عاطف وقاص ۔ کینیڈا

حرف زاء اور ذال میں فرق اور ان کی درست املاء

(نوٹ:۔ ہمارے بہت سے مضمون نگار،شعراء اور کمپوزنگ کے فرائض ادا کرنے والے حضرات و خواتین زاء اور ذال میں فرق نہیں کر پاتے ان تمام کی سہولت کی خاطر خاکسار نے مکرم عاطف وقاص کے ذریعہ زاء اور ذال پر مشتمل الفاظ کا زخیرہ اکھٹا کروایا ہے تا کمپوزنگ کے ان کو مدنظر رکھا جائے۔ ایڈیٹر)

اردو زبان کئی زبانوں سے مل کر بننے والی زبان ہے ۔ اس لئے اس میں ملتی جلتی آواز والے الفاظ پائے جاتے ہیں ۔ یہ الفاظ تحریر میں مشکل پیدا کرتے ہیں ۔ اس مشکل کا حل وسیع مطالعہ، لکھنے کی مشق اور اچھی یادداشت ہے ۔ یہاں ہم زاءاور ذال سے لکھے جانے والے الفاظ کو الگ الگ پیش کریں گے تا کہ درست اردو لکھنے میں مدد مل سکے۔

*زاء: وہ الفاظ جو (زاء) سے شروع ہوتے ہیں:

زبان، زندہ، زندگی، زندہ باد، زکواۃ، زکام، زیادہ، زیادتی، زائد، زور، زنانہ، زن، زرہ، زرہ بکتر، زوال، زوال پذیر، زکریا، زرتشت، زمین ، زمانہ، زائقہ، زنا، زانی، زانیہ، زہے نصیب، زہے قسمت، زادِ راہ، زرد، زردہ، زمہریر، زور، زور آور، زور زبردستی،زراعت، زرعی، زوج، زوجہ، زینہ، زر ، زر و گوہر، زہر، زہریلا، زمرد، زبرجد، زنگ، زعفران، زد ، زد میں آنا، زیر، زبر، زود رنج، زودفہم، زبوں حال، زاہد، زہد، زریں، زریں اصول، زنہار(ہرگز نہیں، بالکل بھی نہیں)، زنبور(شہد کی مکھی، ایک اوزار)، زبور، زیرہ(مصالحہ)، زنبیل، زک(شکست، ہار نقصان)،زرع(کھیت)، زیست(زندگی)، زقند(چھلانگ)، زجرو تہدید(نصیحت و ہدایت)، زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ، زینت،زوحان، زہراء

*وہ الفاظ جن کے درمیان میں یا آخر پہ (زاء) آتا ہے:

نواز، نوازش، بندہ نواز، نکتہ نواز، نوازنا ، گداز، باز(پرندہ)، بازی (کھیل)،باز آنا، جائز، ناجائز،مجاز، مجازی، جائزہ، تجزیہ ،نماز، تزکیہ، تزکیہ نفس، آزار، اوزار، مال و زر، جز، اجزا، روز بروز، شب و روز، روز گار، روزانہ، گزرنا، گزار، باج گزار، تحجد گزار، نماز گزار، شکر گزار،خدمت گزار، عبادت گزار، آواز، آوازہ، آویزاں، سبز، سبزی، سبزہ، بازار، آغاز، شہباز، بزاز(کپڑا بیچنے والا)، رزق، رزاق، رزاقیت،آزمودہ، آزمانا، طناز(طنز کرنے والا)،جہاز، میزان، میزبان، موزوں، موزونیت ،آمیزہ،مزمل ، مزید، ازل، تمیز، ممتاز، امتیاز، قزاق، غم زدہ، نازل، نزول،انزال، ایاز، غازی، مرغزار، ریزہ (ذرات)، بازار، رنگریز(کپڑے رنگنے والا)، راز ، ہمراز، دراز، زبردست، روزہ، خزانہ، خزائن، کنیز، کنز(خزانہ)، نیز(مزید یہ کہ)، نیزہ، نیزہ بازی، ویزہ، دستاویز(اہم تحریر، کاغذات)،)، رجز(قومی فخر کا گیت)،جواز(وجہ)، جہیز(لڑکی کا سامانِ بیاہ)، حجاز(سعودی عرب کا علاقہ)، وزن، اوزان، مزیّن(زینت دیا ہوا)،احترازکرنا(اجتناب کرنا)، سود و زیاں۔زودفہم، زود رنج، عزّوجلّ(خدا تعالیٰ کی صفت کے طور پہ استعمال ہوتا ہے)، عزم، عزائم، ہزیمت اٹھانہ(شکست کھانا، بھاگنا)، ہزل(بکواس)

* اردو زبان کے مصدر گزرنا سے جتنے الفاظ بنیں گے سب (زاء) سے لکھے جائیں گے جیسے گزرا، گزرا ہوا، گزر گیا، گزرتے رہنا، گزار دینا، گزارلینا، گزارا، گزرگاہ، راہ گزر، گزربسر۔

*فراز ،نشیب وفراز، فرزانہ، بول وبراز، گز دوگز، دوگز زمین، زمانہ، زمین و آسمان، ناز ، ناز و ادا، نزاکت، مایہ ناز، موازنہ، زیبائش، زیب دینا، آزر(حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام) ،آزمائش، آزمانا، شہزاد، شہزادہ، خانزادہ ،صاحبزادہ ،شہر زاد، آدم زاد، شہزادی، درزی، درزن، درز، دراز، دراز قد، قصہ دراز، عرصہ دراز، جزا، سزا، نزاع، تنازع، جنازہ، فائز، فائزہ، انداز، اندازہ، اعزاز، عزت، معزز، زاویہ، ،مزار، مزارعہ، ، مزاج، معجزہ، اعجاز، عاجز، عاجزی ، مجازاً، رمز، غمزہ ، گزشتہ، عہدِ گزشتہ، شبِ گزشتہ، سالِ گزشتہ، عمرِ گزشتہ، سر گزشت ،ہمزہ، ہمزاد، از بسکہ، سوزش، سوز،ساز، ساز باز،سازش ، گزارش، نیاز، نیاز مند، بے نیاز، بے نیازی، گزیدہ، گریز کرنا، ناگزیر، گرز(ایک ہتھیار)، غزل، غزال

ذال(ذ):

ذرہ(کسی چیز کا انتہائی چھوٹا ٹکڑا)، ذرات (ذرہ کی جمع)،ذرے،ذرا ، ذراسی بات، ذرا ذرا(تھوڑاتھوڑا)، جذب، انجذاب ،جاذبہ ، قوتِ جاذبہ ،جاذب، مجذوب، جذبہ، جذبات، جذباتی، ذکی(سمجھ دار، ذہین)، ذکیہ(ذکی کا مونث)، ذیابیطس، ذیشان، ذی فہم، بذلہ (لطیفہ) بذلہ سنج(ہنس مکھ)، نذیر، دنیا میں ایک نذیر آیا، منذر (منذر خواب، ڈرانے والا)، نذر، نذرانہ، نذر کرنا، یہ کتاب آپ کی نذر ہے، نذرماننا، ابو ذرؓ(ایک مشہور صحابی کانام) ، معاذ(ایک نام)،جذر (علمِ حساب کی ایک اصطلاح) البتہ مد و جزر یعنی اتار چڑھاؤ زاء سے ہے۔یعنی جذر اور جزر میں فرق ہے۔جذام (کوڑھ)جذامی(کوڑھی) ذلت، ذلیل، رذیل، رذالت، ارذل ، مذل (ذلیل کرنے والا، صفتِ الہیٰ)،مذلّت (ذلت،رسوائی)، ذکاوت(تیزی) ، ذکاوتِ حس(ایک مرض) ذہانت، ذہین، ذہن، اذہان ،ذہنیّت ،ذوق، بد ذوق ،مذاق، آذر بائیجان، ذوالقرنین، ذوالفقار، ذبیح ، مذبح خانہ ، ذہیب ، ذکر، ذکر و اذکار، ذاکر، مذاکرہ، مذکر، تذکیر(مذکر ہونا)مذکور، تذکرہ ، تذکرتاً، مذمَّت، ذمَّہ ،ذمہ دار،ذخیرہ، ذخائر،ذخیرہ اندوزی ،ذوالحج ، ذوالقعدہ ،ذی شرف،ذی مرتبہ،ذی عقل، ذی شعور، ذی ہوش، ذومعنی،رب ذوالجلال، ذو النورین(دو نوروں والا حضرت عثمانؓ کا لقب)، ذوالکفلؑ، ذوالنون (حضرت یونسؑ کا نام)لذت، لذیذ، لذات ، بد ذات ، بد ذاتی ،ذات، بذات خود،ذاتی، ذاتیات، ذم (مذمت سے)، مذمَّ ارادہ ،مذموم،مذمومہ ،ذیل(تحت ، نیچے کا حصہ، ضمیمہ) درج ذیل،ذیلی تنظیمیں، ذریعہ، ذرائع، کاغذ، کاغذات ،غذا، غذائیت، غذائی ،آذان، مؤذن ، ،اُذن(کان)، اِذن(اجازت)، عذاب، معذور، عذر(بہانہ)، عذرات (عذر کی جمع)،معذرت، تعذیر(سزا، دکھ)،تعوذ(پناہ مانگنا)، معاذ(پناہ کی جگہ)، معاذاللہ، نعوذباللہ ،تعویذ، مذبذب(مشتبہ،غیریقینی)، تذبذب ،ذخیرہ، ذخائر، نفاذ، نفاذ پذیر(دونوں الفاظ ذال سے ہیں)، نفوذ، ذقن(ٹھوڑی)، لہذا(اس لئے) ،ہذیان(بے ہودہ بکنا)، مذہب، مذہبی، مذاہب، نبیذ (ایک طرح کی شراب) مہذب، تہذیب، ایذا، اذیت، استاذ(استاد)، اساتذہ، تلمیذ، تلامیذ، تلمُّذ(شاگردی اختیار کرنا)،ذریّت (آل اولاد، بال بچے)، ذنب (گناہ)، ذنبی (گناہ گار)،ذنوب(ذنب کی جمع)، ذوی القربیٰ(قرابت والے)شذرہ(بکھری ہوئی بات)، شذرات(اخبار میں ایڈیٹر کا کسی بات پہ مختصر تبصرہ)، قذف(کسی پہ زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا)، کذب(جھوٹ)، مکذب (جھٹلانے والا، تکذیب کرنے والا) ،تکذیب کرنا(شدت سے جھٹلانا)، کاذب(جھوٹا)، کذاب(سخت جھوٹا)، متذکرہ بالا(اوپر بیان کردہ)، ہذا (یہ)، اخذ کرنا،مواخذہ کرنا(گرفت کرنا، باز پرس کرنا)، قابلِ مواخذہ ہونا، ذریعہ، بذریعہ۔

* پذیرفتن کے معنی ہیں: قبول کرنا یہ ایک فارسی لفظ ہے۔ اس میں ذال ہے۔ اس سے بننے والے سب لفظوں کو ذال (ذ) سے لکھا جائے گا۔ جیسے ترقی پذیر، پذیرائی، دل پذیر، اثر پذیر وغیرہ۔

* اس فہرست میں ایسے سابقے اور لاحقے الگ الگ بیان کردیے گئے ہیں۔ لہذا ان سے بننے والے تمام الفاظ اسی اصول پہ بنیں گے۔ جیسے باز ہمیشہ زاء سے ہوگا تو اس سے مل کے کئی الفاظ بنتے ہیں جیسے ہواباز، کبوتر باز شہباز وغیرہ تو یہ سارے الفاظ زاء سے بنیں گے۔ اسی طرح ذی اور ذو کا اصول ہے تو ان سے مل کر بننے والے بھی سب الفاظ اسی اصول پہ ہوں گے ۔ جیسے ذی شان، ذی فہم ، ذی عقل وغیرہ۔ پھر زود رنج، زودفہم وغیرہ ۔ لہذا اصول کو یاد رکھ کے اس الجھن پہ قابو پایا جاسکتا ہے۔

ایڈیٹر کے نام خط

- مکرمہ درثمین احمد خان تحریر کرتی ہیں:

محترم ایڈیر صاحب بہت شکریہ پیارے الفضل کو شئیر کرنے کا ۔میں نے اپنے لیپ ٹاپ میں الفضل اخبار کے نام کا ایک فولڈر بنایا ہوا ہے روزانہ جیسے ہی اخبار شائع ہوتا ہے میں ڈاون لوڈ کر لیتی ہوں۔پیارا الفضل بہت ساری مفید اچھی مختلف انفارمیشن کا مجموعہ ہے۔ as a chief librarian اپنے users کو مختلف موضوعات پر انفارمیشن دینے کے لیے میرا پیارا الفضل میرے لیے assistant librarian کا کام کرتا ہے۔

میں اپنے پیارے الفضل کے لیے مختلف موضوعات پر تین سے چار مضامین لکھ رہی ہوں ان شاء اللہ بہت جلد آپ کو بھجواتی ہوں۔

اعلان نکاح وتقریب شادی

- مکرمہ زاہدہ راحت کینیڈا سے یہ اعلان کرواتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے بیٹے عزیزم فرحان احمد حمزہ قریشی ابن عبدالحلیم قریشی، مربّی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ۔کینیڈا کا نکاح عزیزہ صائمہ عرفان بنت مکرم ملک عرفان محمود مورخہ 11 جولائی 2021ء کو بمقام مسجد بیت الحمد میسی ساگا۔کینیڈا عمل میں آیا۔مکرم ومحترم شاہ رُخ رضوان عابد (مربی سلسلہ، نائب نیشنل جنرل سیکرٹری۔کینیڈا) نے خطبہ نکاح پڑھا اور دعا کرائی۔اس سادہ اور پُر وقار تقریب میں کرونا وباء کی وجہ سے حکومتی پابندیوں کے پیشِ نظر ساٹھ (60) مرد و خواتین شامل ہوئے اور مہمانانِ کرام کو کھانا پیک کروا کر دے دیا گیا۔فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

دعوت ولیمہ کا انعقاد مورخہ 21 جولائی 2021ء کو ایک سادہ اور پُر وقار تقریب میں ہوا۔تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوُا بعد ازاں مکرم ومحترم حماد احمد (مربی سلسلہ۔اٹلانٹا، امریکہ) نے دعا کرائی۔ اس دعوت ولیمہ میں بھی خصوصی طور پر حکومتی اجازت کے مطابق 100 مہمان جو کہ دونوں خاندانوں کے قریبی عزیز تھے شامل ہوئے۔فالحمدللہ ۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شادی کو ہر دو خاندانوں کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے اس جوڑے کو سرفراز فرمائے۔آمین ۔

ادارہ الفضل دونوں خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے ۔

حاصل مطالعہ

برطانوی پارٹی گرل مشرف بہ اسلام

لندن ۔22۔نومبر(ویب ڈیسک)بار میں ڈانس کرنے والی ایک برطانوی خاتون نے سابق زندگی کو ترک کرکے اسلام قبول کر لیا ۔ پر سیفون رضوی نے بتایا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے قبل ایک روزہ رکھا، یہ ایک بہترین روحانی احساس تھا جس کے بعد میں دین کی جانب کھنچتی چلی گئی اور پھر حجاب کا استعمال بھی شروع کردیا اور اب الحمد للہ مسلمان ہوں۔ملکی نشریاتی ادارے سے بات کرتے ہوئے پرسیفون نے اپنی گناہوں سے بھری زندگی سے مشرف بہ اسلام ہونے کی کہانی سنائی اور کہا کہ اگر میں مسلمان نہ ہوتی تو کافی پہلے خود اپنی زندگی کا خاتمہ کر چکی ہوتی ۔

(روز نامہ اعتماد اردو، حیدرآباد 23نومبر 2021ء)

(مرسلہ: محمد عمر تیاپوری۔کوآڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ انڈیا)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 02

کے بارے میں تھیں۔فرمایا ہم نے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیا تھا کہ مَیں نے فرشتوں کو پنجاب میں سیاہ رنگ کے پودے لگاتے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ طاعون کے درخت ہیں جو آئندہ موسم میں پنجاب میں ظاہر ہونے والے ہیں۔مگر لوگوں نے اس پر تمسخر کیا اور کہا کہ طاعون ہمیشہ سمندر کے کناروں تک رہی، اندر ملک میں وہ کبھی نہیں آئی۔مگر اب دیکھو کہ وہ پنجاب کے بعض شہروں میں پھوٹ پڑی ہے۔غرض عشاء تک حضور باتیں کرتے رہے۔عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے۔ ہم بھی آ کر سو رہے۔ آپس میں باتیں کرتے رہے کہ یہ کیا بھید ہے؟ ہمارا مولوی تو قرآن اُٹھا کر اور خدا کی قسم کھا کر کہتا تھا اور یہاں معاملہ برعکس نکلا۔خیر صبح ہم لوگ اٹھے تو ارادہ یہ ہوا کہ مولوی نور الدین صاحب سچ بولیں گے،ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں یا کوئی اَور۔ جب اُن کے مطب میں گئے تو ایک مولوی صاحب نے اعتراض پیش کیا کہ پہلے جتنے نبی ولی گزرے ہیں وہ تو کئی کئی فاقوں کے بعد بالکل سادہ غذا کھاتے تھے اور مرزا صاحب سنا ہے کہ پلاؤ زردہ بھی کھاتے ہیں۔حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان کو جواباً کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے قرآنِ مجید میں زردہ اور پلاؤ کو حلال ہی پڑھا ہے۔ اگر آپ نے کہیں دیکھا ہے کہ حرام ہے تو بتا دیں۔ اس مولوی نے تھوڑی دیر جو سکوت کیا تو مَیں نے جھٹ وہ اشتہار نکال کر مولوی صاحب کے آگے رکھا کہ ہمارا ایک مولوی قَسم بھی قرآن کی اُٹھا کر کہتا تھا کہ مرزا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کوڑھی ہو گئے ہیں اور ہم کو جو بتایا گیا ہے کہ یہی مرزا صاحب ہیں وہ تو تندرست ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں جن کو ہم نے نماز میں دیکھا ہے یا کوئی اَور۔ تو خلیفہ اوّلؓ نے بھی جھٹ جیب میں ہاتھ ڈال کر وہی اشتہار نکال کر بتلایا کہ دیکھو ہم کو تمہارے مولویوں نے یہ اشتہار روانہ کیا ہے۔ اب یہ مرزا ہے اور وہ تمہارے مولوی جس نے قرآن ہاتھ میں پکڑ کر جھوٹ بولا۔جس کو چاہو سچا مان لو۔ بس پھر کیا تھا میرے آنسو نکل گئے۔ مَیں نے دل میں کہا کہ کمبخت اب بھی تُو بیعت نہ کرے گا۔ واقعی یہ مولوی زمانے کے دجّال ہیں۔ ہم تینوں نے ظہر کے وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کو بیعت میں لے لیں۔حضور نے کہا جلدی مت کرو۔ کچھ دن ٹھہرو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر مولوی تم کو پھسلاویں اور تم زیادہ گناہگار ہو جاؤ۔ مَیں نے رو رو کر عرض کی کہ حضور! مَیں تو اب کبھی پھسلنے کا نہیں۔خیر دوسرے روز ہم تینوں نے بیعت کر لی اور گھر واپس آ گئے۔ (ماخوذ از رجسٹرز روایات صحابہ (غیرمطبوعہ) رجسٹر نمبر 5 صفحہ 45 تا 49۔ روایت حضرت نظام الدین ٹیلر صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 24/ اگست 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

فتنہ وفساد اور دجل سے بچنے کی جامع دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۳﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۴﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۵﴾ اِہۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

(الفاتحہ)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تُو نے انعام کیا۔جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔

احادیث میں سورۃ فاتحہ کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں سورۂ فاتحہ جیسی کوئی سورت نہیں اتاری۔ اور یہ سات آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا): یہ میرے اور بندے کے درمیان تقسیم ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جو اس نے مانگی۔

(سنن نسائی، کِتَابُ الۡاِفۡتِتَاحِ تَأْوِیۡلُ قَوۡلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ حدیث: 915)

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو متعدد بار سورۃ فاتحہ پڑھنے کی طرف توجّہ دلائی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

تین سال کے بعد خلافت کو 100سال بھی پورے ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کو بعض دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی، تحریک کی تھی۔ میں بھی اب ان دعاؤں کی طرف دوبارہ توجہ دلاتا ہوں۔ ایک تو آپ نے اس وقت کہا تھا کہ سورۃ فاتحہ روزانہ سات بار پڑھیں۔ تو سورۃ فاتحہ کو غور سے پڑھیں تا کہ ہر قسم کے فتنہ وفساد سے اور دجل سے بچتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ 27/ مئی 2005ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 322)

مرسلہ: مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ہم اپنے بچوں کو گھروں میں اسلامی تعلیم کے آداب سے آگاہ کرتے رہتے ہیں جیسے بچیوں کو چھوٹی عمر سے بتایا جاتا ہے کہ مرد/انکل جو والد یا بھائی کے دوست ہوں ان سے بھی ہاتھ ملانے سے پرہیز کریں۔مگر وہی دوست یا انکل جب گھر ملنے آتے ہیں تو اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں۔ایسے میں گھر میں آنے جانے والے دوستوں/انکلز/عزیز و اور کزنز بچیوں سے ہاتھ نہیں ملانا چاہیے۔بلکہ سر پر پیار دیں۔

(مرسلہ: عامر محمود ملک۔شیفلیڈ، برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

06 دسمبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	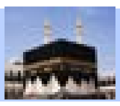	05:23	17:38
مدینہ منورہ	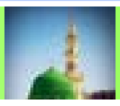	05:29	17:33
قادیان	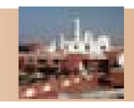	05:47	17:24
ربوہ	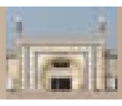	05:27	17:04
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:21	15:57